فکر و نظر--- اسلام آباد　　　جلد:۴۰　　　شمارہ:۳

خواجہ باقی باللہ سے منسوب ایک رسالے کی اصلیت

ڈاکٹر عارف نوشاہی

مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (سابق صدر شعبۂ اُردو، جامعۂ سندھ، جام شورو) ۱۹۶۹ء میں کابل تشریف لے گئے اور وہاں حضرت نورالمشائخ مجددی کے کتب خانے سے ایک فارسی مخطوطہ اپنے ساتھ پاکستان لائے اور یہاں اسے مختلف مناسبتوں سے کم از کم تین بار شائع فرمایا۔ یہ رسالہ مشائخ طُرق اربعہ ہے جس کی حسب ذیل اشاعتیں میرے علم میں ہیں:

۱۔ رسالۂ سلوک (مؤلفہ محمد نعمان مجددی) و مشائخ طُرق اربعہ، باہتمام غلام مصطفیٰ خان، کراچی، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، صفحات ۵ تا ۲۳ ''رسالۂ سلوک'' اور صفحات ۲۴ تا ۳۲ ''مشائخ طُرق اربعہ'' ہے۔

۲۔ مشمولہ ''باقیاتِ باقی'' تصنیف ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، بطور ضمیمہ، صفحات ۱۲۰-۱۲۶، بلا تاریخ، بلا مقام[۱]۔

۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے مضمون ''سفر کابل اور بعض تبرکات'' مشمولہ تحقیق، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ساتواں شمارہ، ۱۹۹۳ء صفحات ۴۰۱-۴۰۸ کے ساتھ۔

ڈاکٹر صاحب نے ان اشاعتوں میں رسالے کے ابتدا میں یہ وضاحتی اردو عبارت لکھی ہے:

''رسالۂ مشائخ طُرق اربعہ جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ایک بیاض سے نقل فرمایا تھا اور وہ کابل میں حضرت نورالمشائخ کے کتب خانے میں محفوظ تھا[۲]۔''

یعنی اسے خواجہ محمد الباقی کابلی المعروف خواجہ باقی باللہ بن عبدالسّلام سمر قندی (۹۷۱ یا ۹۷۲-۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ) کی تصنیف کے طور پر پیش کیا ہے۔ ''باقیاتِ باقی'' جو خواجہ باقی باللہ ہی کا مختصر تذکرہ ہے، اس میں بطور ضمیمہ اس رسالے کی شمولیت سے بھی یہی تاثر ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ''باقیاتِ باقی'' میں ایک آدھ مقام پر دیگر بحثوں کے ضمن میں بھی اس رسالے کی طرف اشارہ فرمایا ہے[۳]۔

☆ ادارہ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

ادھر راقم السطور کے پاس کچھ ایسے داخلی اور خارجی شواہد موجود ہیں جن کی رُو سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا نہیں بلکہ ان کے ایک ہم نام، ہم عصر اور ہم مشرب بزرگ محمد الباقی بن ہاشم بلخی پلاس پوشی حنفی کی تصنیف ہے۔ جب دو آدمیوں کے نام، زمانے اور مشرب میں اس قدر مشابہت ہو تو یہ بالکل ممکن ہے کہ دھیان زیادہ معروف آدمی کی طرف جاتاہے۔ اس معاملے میں ایسا ہی ہوا ہے اور اس رسالے میں ''محمد الباقی'' دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کی توجہ خواجہ باقی باللہ کے نام کی طرف ہوئی۔ جب کہ (بہ قول ان کے) نسخۂ کابل کا بخطِ حضرت مجدّد ہونا اور اس نسخے کا ایک مجدّدی خاندان کے کتب خانے سے ملنا مزید ایسے قرینے تھے کہ ڈاکٹر صاحب اسے خواجہ باقی باللہ کے علاوہ کسی اور کی تصنیف قرار دے ہی نہیں سکتے تھے۔

مجھے ملک کے نامورعلم دوست خلیل الرحمان داودی صاحب، لاہور کی وفات (۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء) سے محض چند روز قبل ان کے ذخیرۂ مخطوطات میں افغانستان سے لائے گئے فارسی مخطوطات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں چھوٹی تقطیع کا ایک نسخہ ''محمد الباقی بن ھاشم بلخی پلاس پوش حنفی'' کے رسائل کا تھا۔ جب یہ نسخہ کتابت کیا گیا تو اس میں کچھ اور رسالے بھی تھے کیوں کہ یہ ورق ۱۵۱ سے شروع ہوتا ہے۔ ممکن ہے ابتدائی ۱۵۰ اوراق جداگانہ جلد کر وا دیے گئے ہوں جیسا کہ داودی صاحب مرحوم کیا کرتے تھے[۴]، لیکن میری نظر سے ورق ۱۵۱ سے مابعد حصّہ ہی گذرا ہے۔ اس کے مندرجات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ورق ۱۵۱ ب تا ۱۷۲۔ ب: ایک بلا عنوان فارسی مثنوی ہے جس کا مطلع یہ ہے:

خداوندا بفقرم راه بنمای
دَری زان ره سوی درگاه بگشای

کلیات باقی باللہ مرتبہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی و ڈاکٹر برہان احمد فاروقی (اس کے بعد صرف ''کلّیات'')، طبع لاہور، (۱۹۶۷ء)، صفحات ۲۰۱-۲۳۲ میں یہ مثنوی ''گنج فقر'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ ورق ۱۷۳ الف تا ۱۷۵ ب، ایک اور بلا عنوان فارسی مثنوی جس کا مطلع یہ ہے:

در باغ طراوت جوانی
بی برگ گذشت زندگانی

کلّیات، صفحات ۲۴۳-۲۴۷ میں بہ عنوان ''تاریخ تولد برخوردار خواجہ عبد اللہ و برخوردار خواجہ محمد عبداللہ کہ در یک سال ۱۰۱۰ متولد شدند سلمہا اللہ تعالیٰ'' شائع ہوئی ہے۔

۳۔ ورق ۱۷۵ ب (سطر ۲) تا ۱۷۸ ب، ایک بلا عنوان مثنوی، جس کا مطلع یہ ہے:

طبعی کہ سخنوری گزیند
در پردۂ صبر کی نشیند

کلّیات، صفحات ۲۳۷-۲۴۲ میں بہ عنوان ''ساقی نامہ'' شامل ہے۔

۴۔ ورق ۱۷۸ ب تا ۱۸۲ الف، ایک بلا عنوان فارسی مثنوی جس کا مطلع یہ ہے:

من نہ چنینم کہ نمودِ منست
جای دگر رقص وجودِ منست

کلّیات، صفحات ۱۹۴-۲۰۰ میں ''مثنوی قبل اززمان درویشی'' کے عنوان سے طبع ہوئی ہے۔

۵۔ ورق ۱۸۲ الف تا ۱۸۲ ب، بلا عنوان فارسی مثنوی، مطلع حسب ذیل ہے:

گل شکری بو العجبی دست داد
شکر ہندی و گلی برگ زاد

کلّیات، ص ۲۴۸ میں بہ عنوان ''تاریخ تولد برخوردار خواجہ خورد و اسمہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ'' طبع ہوئی ہے۔

۶۔ ورق ۱۸۲ ب تا۱۸۳ الف، بلا عنوان فارسی قطعہ، اس مطلع کے ساتھ:

ز صدیق و ز سلمان و ز قاسم
چو صادق یافت ملک سینہ معمور

کلّیات، صفحات ۲۴۲-۲۴۳ میں ''سلسلۂ پیران طریقت رحمۃاللہ علیہم اجمعین'' کے عنوان سے شامل ہے۔

۷۔ ورق ۱۸۳ الف، دو رباعیات جو کلّیات، ص ۲۵۵ میں شمارہ ۴۸ و ۴۹ کے تحت درج ہوئی ہیں۔ اس کے بعد ایک فرد (بہ غیر آن کہ بہ روز سیاہ خود گرید) جو کلّیات، ص ۲۵۶ میں موجود ہے۔ اس فرد پر یہ منظومات ختم ہو جاتے ہیں اور کاتب نے اپنا ترقیمہ یوں لکھا ہے: ''تمت بالخیر و العافیۃ، غرّہ شہر شعبان المعظم روز عطارد سنہ ۱۲۱۳۔

الٰہی ہر آنکس کہ این خط نوشت
عفو کن گناہش عطا کن بہشت
یا رب نگاہ دار تو ایمان آن کسی
کین خطِ من بخو اند و بر ما دعا کند

''بلغ''۔

مجموعے کے باقی رسائل پر تاریخِ کتابت درج نہیں ہے، چون کہ دیگر رسائل بھی اسی قلم سے کتابت شدہ ہیں، اس لیے کہاجا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ ۱۲۱۳ھ میں نقل ہوا۔ بقیہ رسائل کے آخر میں منقول عنہ نسخوں کے ترقیمے بھی نقل ہوئے ہیں جس سے پہلی نظر میں یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ شاید یہ پیش نظر مخطوطے کی تاریخ کتابت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے (تفصیل آگے آئی گی)۔ لفظ ''بلغ'' سے ظاہر ہے کہ ہمارے کاتب نے اس کا کسی دوسرے نسخے سے مقابلہ بھی کیا ہے۔

یہاں تک کے مندرجات خواجہ باقی باللہ ہی کی تصانیف سے ہیں۔ اس سے آگے محمد الباقی بلخی کے رسائل شروع ہوتے ہیں۔

۸۔ ورق ۱۸۳ ب تا ۱۸۶ الف، رسالہ در مصافحہ (فارسی)، جس کے دیباچے میں مصنف نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے: ''مخفی نماند کہ کمینہ داعی (نام کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے) ابن ہاشم البلخی الپلاس پوش الحنفی کہ راقم این حروف است۔'' (۱۸۳ب)۔ رسالہ کے اختتام پر یہ عبارت نقل ہوئی ہے: ''**کتبه الفقير الى الله العلي الوافي محمد الباقي ابن الهاشم البلخي الپلاس پوشي سنه ثلث والف في يوم الاثنين الخامس عشر جمادى الاولى وقت ضحوه و خلاه [كذا: بلدة] الكابل حفظه الله عن الافات والتزلزل على الله عني و عن سائر المسلمين اجمعين و صلى الله على محمد واله والحمدلله رب العالمين**'' اس عبارت کی مدد سے دیباچے میں نام کی خالی جگہ ''محمد الباقی'' سے ہی پُر کی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس رسالے کی تصنیف و تحریر ۱۰۰۳ھ میں کابل میں ہوئی اور نسخۂ داودی کے کاتب کے پیش نظر نسخۂ مصنف تھا۔ مذکورہ بالا اختتامی عبارت کے بعد کاتب نے ایک اور عبارت بھی درج کی ہے: ''مخفی نماند کہ حضرت شیخ محقق شیخ محمد الباقی باسہ کس مصافحہ کردہ اندو آن ہر سہ بزرگوار با حضرت سلطان علی الاوہی مصافحہ کردہ اندو اجازۂ لفظی و خطی حاصل کردہ اند و از ایشان این کمینۂ درویشان اجازہ مستقر دارد''۔ اس عبارت میں مذکور ''از ایشان'' سے مراد شیخ محمد عبد الباقی اور ''این کمینہ درویشان'' سے مراد اگر نسخۂ داودی کا کاتب لیا جائے تو زمانی اعتبار سے یہ بات درست نہیں بیٹھتی، کیوں کہ شیخ محمد الباقی اور ہمارے کاتب کے درمیان دو سو سال کا فاصلہ ہے۔

۹۔ ورق ۱۸۶ ب تا ۱۸۹ ب، رسالہ ''ذکر مشایخ سلاسل و طُرق اربعہ کہ مشہورہ در بلاد ماوراء النہر و خراسان است۔'' یہ وہی رسالہ ہے جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب ''مشایخ طُرق اربعہ'' کے نام سے شائع فرما چکے ہیں اور ہمارے اس مضمون کے ابتداء میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ ہمارے

پیش نظر نسخۂ داودی اور طبع شدہ نسخے میں مصنف کا نام یوں آیا ہے: ''انتساب این کمینہ داعی محمد الباقی باین خانوادۂ علیہ چنان است۔(۵)''

ہمارے نسخے میں اختتامی عبارت اس طرح ہے: ''کتبہ الفقیر الی اللہ الغنی الوافی محمد الباقی ابن الہاشم البلخی البلاس پوشی عفی عنہما وعنہم اجمعین آمین۔ سنہ ثلاث و الف بخط [کذا : بخطہ] کابل حفظہ اللہ عن الافات والتزلزل فی یوم الاربعا وقت الضحوۃ الصغری ستۃ وعشرین من جمادی الاول۔'' محمد الباقی بلخی نے یہ نسخہ بھی کابل میں ۱۰۰۳ھ میں تحریر و تصنیف کیا اور اس کے تحریر کردہ نسخے سے ہمارے نسخے کے کاتب نے نقل تیار کی۔ ہمارے نسخے کے کاتب نے الگ سے ''تمت بالخیر و العافیہ'' اور ''بلغ'' کے الفاظ تحریر کیے ہیں۔

۱۰۔ ورق ۱۸۹ ب تا ۱۹۱ ب، فارسی مثنوی ''بحر اسرار''، جس کا مطلع یہ ہے:

تحیّر شد فزونم از تفکّر
بیا بر گو چہ باشد این تحیّر

یہ مثنوی امیر حسینی سادات ہروی کے سوالات کی طرز پر جن کے جوابات مثنوی گلشن راز میں ہیں، لکھی گئی۔ اس کا سنۂ تصنیف ۱۰۱۲ھ اور مقامِ تصنیف بلخ ہے۔ کاتب نے ترقیمے میں ''تمت'' اور ایک روایتی شعر

خدایا بیامرز این ھر سہ را
مصنف ، نویسندہ ، خوانندہ را

اور ''بلغ'' لکھا ہے۔

رسالہ مصافحہ، ذکر مشائخِ سلاسل و طُرق اربعہ اور بحر اسرار سے محمد الباقی بن ہاشم البلخی پلاس پوشی (پلاس پوش) حنفی کی زندگی کی کچھ گوشے سامنے آتے ہیں، بالخصوص اُن کے علمی اور روحانی اساتذہ کے اسماء اوران کا زمانۂ حیات معلوم ہوتاہے ۔ اِن معلومات کا خلاصہ یہ ہے:

شیخ محمد الباقی نے امیر صدر الدین بخاری، مولانا میر ہروی بخاری اور حافظ محمد شریف بخاری مدنی سے مصافحہ کیا تھا۔ ان تینوں بزرگوں نے شیخ حافظ سلطان علی اوبہی سے مصافحہ کیا تھا۔ مصنف نے ان تینوں بزرگوں کے اسماء کے ساتھ جو طویل القا ب لکھے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علماء و محدثینِ وقت سے تھے۔ حافظ محمد شریف بخاری مدینۂ نبویؐ میں خطیب تھے اور ان کے ساتھ مسجد مدینہ ہی میں مصافحہ کیا گیا (ورق ۱۸۳ ب)۔ یعنی محمد الباقی مدینہ منورہ بھی گئے تھے۔ یہ تمام واقعات ۱۰۰۳ھ سے پہلے کے ہیں کیوں کہ۱۰۰۳ھ میں محمدالباقی نے یہ رسالہ تحریر کیا تھا۔

شیخ محمد الباقی نے ماوراء النہر (وسطی ایشیا) اور خراسان (افغانستان کا مغربی اور ایران کا مشرقی علاقہ جن کے اب مراکز ہرات اور مشہد ہیں) کے اہم سلاسل طریقت کے مشایخ سے خرقے حاصل کیے، مصافحے کیے اور ارشاد کے اجازت نامے حاصل کیے اور ان مشایخ سے نسبتیں قائم کیں۔ سلسلۂ خواجگان (یعنی نقشبندیہ) میں خواجہ اسحاق (م۱۰۰۸ھ) بن مولانا خواجگی احمد کاسانی سے، جو مولانا خواجگی احمد کاسانی کے خلیفہ مولانا لطف اللہ(م ۹۷۹ھ) سے بھی اجازت یافتہ تھے[۶]۔ سلسلۂ جہریہ یَسویہ میں حضرت قاسم شیخ میانکالی کرمینگی[۷] (۹۱۳-۹۸۶ھ) سے، ان کے بعد سیّد طیب العلی(طبع غلام مصطفیٰ خان: طبیب بلخی) اور ان کے بعد ان کے بھائی سیّد عبداللہ بلخی سے اجازت لی اور خرقہ پہنا۔ سلسلۂ کبرویہ ہمدانیہ فتحیہ میں شیخ صدرالدین بخاری قراکولی کی خدمت میں دس سال رہے (شاید یہ وہی بزرگ ہیں جن کا نام رسالۂ مصافحہ میں بھی آیا ہے)۔ ان کے بعد ان کے پیر بھائی شیخ ترسون مروی اور شیخ ابراہیم الجامی (طبع غلام مصطفیٰ خان: شیخ نورالدین ابراہیم الخافی) سے فیض یاب ہوئے۔ سلسلۂ عشقیہ میں دو طرف سے انتساب تھا۔ ایک سیّد عبداللہ بلخی کی طرف سے اور دوسرا شیخ محمد قلی خلیفہ کی طرف سے۔ سلسلۂ قادریہ میں شیخ عبدالوہاب مکّی سے انتساب تھا جو شیخ علی متقی کے مرید تھے اور سلسلۂ چشتیہ میں سیّد تاج الدین یقینی (طبع غلام مصطفیٰ خان: متّی) سے انتساب تھا۔

محمد الباقی کا وطن مالوف بلخ تھا لیکن وہ اپنے وطن میں قیام سے خوش نہیں تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہاں کے باشندوں نے ان کی قدر نہیں کی۔ ۱۰۱۲ھ میں جب انہوں نے بلخ میں مثنوی بحر اسرار تصنیف کی تو شکایتاً یہ اشعار کہے:

بشہر بلخ کانجا تلخ کامم
نمی داند کسی ز احوال و نامم
فتادہ در دیار خود غریبی
ز حظ اھل عالم بی نصیبی
درین خاکم چو دُر کردند پنہان
چہ گنج افتادہ اندر چاہ ویران

پھر خود ہی اس امید کا اظہار کیا ہے کہ ایک دن کوئی گوہر شناس میری قدر پہچان لے گا۔

مگر روزی رسد گوہر شناسی
کہ این دُر یابد از زیر پلاسی

(۱۹۱ ب)

رسالۂ مصافحہ کے کاتب نے اُن کے نام کے ساتھ ''شیخ محقق'' کا لقب لکھا ہے۔ اس لقب سے اور ان کے دستیاب تینوں رسائل کے محتویات سے بھی اس بات کا اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ محمد الباقی بلخی اپنے عہد کے شیوخ سے تھے اور ہمیشہ علما و مشائخ عصر کی تلاش اور خدمت میں رہے اور ان کے دامانِ فیض بار سے وابستہ ہو کر مستفیض ہوتے رہے۔ اس سلسلے میں ظاہر ہے بہت سے سفر بھی کیے ہوں گے، لیکن ان کے اسفار کا احوال ہم پر واضح نہیں ہے اور ان کا صرف مدینہ منورہ جانا اور ۱۰۰۳ھ میں کابل میں ہونا فی الحال ثابت ہے۔ ان کا آخری معلوم سنۂ حیات ۱۰۱۲ھ ہے جب انہوں نے بلخ میں مثنوی ''بحر اسرار'' تصنیف کی۔

اب ہم اپنے مضمون کے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ آیا رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' محمد الباقی کابلی (خواجہ باقی باللہ) کی تصنیف ہے یا محمد الباقی بلخی کی؟ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے صرف ایک ظاہری قرینے کی بناء پر کہ اس رسالے کے ناقل حضرت مجدّد الف ثانی ہیں اور حضرت مجدّد کا مأخذ خواجہ باقی باللہ کی ایک بیاض ہے، اِسے خواجہ باقی باللہ کی تصنیف تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی اشاعتوں سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مجدّد نے یہ نقل کب اور کہاں تیار کی اور خواجہ باقی باللہ کی منقول عنہ بیاض کی کیفیت کیا ہے اور آیا ان کی اس بیاض کے دیگر مندرجات بھی معلوم ہیں؟ اس رسالہ کے بخطِ حضرت مجدّد، خواجہ باقی باللہ کی بیاض سے منقول ہونا خود ان کی کسی عبارت (ترقیمہ یا دستخط) سے ثابت نہیں ہے۔ رسالہ کے اختتام پر قوسین میں یہ فارسی عبارت نقل ہوئی ہے:

> ''تا این جا سلسلہ ھای حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ بہ دستخط خاص ایشان یعنی مجدّد الف ثانی قدس سرہ تفصیل وار گرفتہ شد۔(۸)''

ظاہر ہے یہ حضرت مجدّد کی اپنی عبارت نہیں ہے بلکہ نقل کرنے والے نے اپنی طرف سے لکھی ہے۔ اِس ناقل کا نام اور زمانۂ حیات بھی معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مجہول شہادت کی بنا پر اس رسالے کو خواجہ باقی باللہ کی تصنیف قرار دینا اور اسے بخطِ حضرت مجدّد الف ثانی بتانا تحقیق کے اصول کے قرین نہ ہو گا۔

ڈاکٹر صاحب نے ''باقیاتِ باقی'' میں خواجہ باقی باللہ کے تمام سنین حیات تاریخی ترتیب کے ساتھ لکھے ہیں اور جن مشائخ سے حضرت خواجہ باقی باللہ نے استفادہ کیا تھا ان کے اسمائے گرامی بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد درج کیے ہیں۔ اس پوری تحقیق و تنقیح میں ڈاکٹر صاحب نے خواجہ باقی باللہ کے مستند تذکروں اور خود اُن کے ملفوظات و رقعات وغیرہ کو استعمال کیا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ رسالہ ''مشائخِ

طُرق اربعہ'' اپنے پاس ہونے کے باوجود خواجہ باقی باللہ کے مشائخ کے سلسلے میں انہوں نے اس کے مندرجات سے کسی قسم کا استفادہ نہیں کیا اور نہ حوالہ دیا ہے ۔صرف ایک مقام پر رسالہ مشائخ طُرق اربعہ اور خواجہ باقی باللہ کے ایک اور رسالہ (مشمولہ ملفوظاتِ خواجہ باقی باللہ) کی عبارتوں میں یکسانیت کی طرف اشارہ کیاہے۔(۹) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں رسالوں کی نہ توعبارتیں ایک جیسی ہیں اور نہ ہی ان میں مذکور اسماے مشائخ میں کوئی مطابقت پائی جاتی ہے۔ جس عبارت (مشمولہ ملفوظات) کی طرف ڈاکٹر صاحب کا اشارہ ہے وہ بلفظہ خواجہ باقی باللہ کے کسی رسالے (جس کا نام مذکورنہیں ہے) سے نقل ہوئی ہے۔ اگر رسالہ مشائخ طُرق اربعہ وہی رسالہ تھا جو ملفوظات خواجہ باقی باللہ کے جامع کے پاس تھا تو اس کی عبارت ویسی ہوتی جو اس رسالے کے دستیاب مخطوطات میں ہے۔ ملفوظاتِ خواجہ باقی باللہ کے جامع مولانا محمد صدیق ہدایت کشمی (مستعار نام: رشدی) نے ملفوظات کے مقدمے میں جو عبارت نقل کی ہے اس کا ملخّص یہاں دیا درج کیا جاتا ہے:

''خواستم کہ مجملی از ابتدای احوال کرامت مآل حضرت ایشان [یعنی خواجہ باقی باللہ] و استفادۂ نسبت و اخذ طریقہ از وسائط ماتقدم در ابتدای این رسالہ نقل کنم۔ برخی ازان بخطِ شریف آنحضرت یافتہ شد و آن اینست: ابتدای توبہ از معاصی در ملازمت خدمت خواجہ عبید کردہ شد...... بار دیگر توبہ در ملازمت بندگان افتخار شیخ...... کردہ شد...... بالآخرہ بہ کشمیر رسیدہ شد و بہ ملازمت حضرت شیخ بابای والی...... اتفاق افتاد از برکات نظرش بہرہ مند شد...... بہ خدمت مخدومی...... حضرت مولانا خواجگی امکنگی رسیدہ شد و بہ طوع و رغبت خود بیعت و مصافحہ بدست آوردہ طریقۂ خواجگان اخذ کردہ شد۔(۱۰)''

ان میں سے کوئی ایک واقعہ اور نام بھی رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' میں نہیں ملتا۔ اگرچہ خواجہ باقی باللہ کی سب سے قوی نسبت سلسلۂ خواجگان (نقشبندیہ) سے ہے اور جیسا کہ خود انہوں نے اپنے رسالہ مشمولۂ ملفوظات میں لکھا ہے وہ اِس سلسلے میں مولانا خواجگی امکنگی سے بیعت تھے۔ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' اگر خواجہ باقی باللہ کا تصنیف کردہ ہے تو وہ اس میں اپنی اِس قوی نسبت کے حوالے سے اپنے شیخ طریقت کا نام قلم انداز نہ کرتے۔ اس کے برعکس رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' کا مصنف سلسلۂ خواجگان(نقشبندیہ) میں خود کو شیخ اسحاق دھبیدی سے اجازت یافتہ اور خرقہ پوش بتاتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے خواجہ باقی باللہ کی نیاز مندی سلسلۂ عشقیہ شطاریہ میں خواجہ اللہ بخش (م ۹رمضان ۱۰۰۲ھ) سے اور سلسلۂ چشتیہ میں شیخ قطب عالم دہلوی (م ۱۰۲۴ھ) سے بتائی ہے(۱۱)۔ جب کہ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' کا مصنف سلسلۂ عشقیہ میں مخدومی سیّد عبداللہ بلخی اور شیخ

محمد قلی خلیفہ سے منسوب ہے۔ خواجہ باقی باللہ کی تحریروں اور رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' میں جو ایک نام مشترک ملتا ہے وہ عبداللہ بلخی کا ہے۔ خواجہ باقی باللہ کے الفاظ (مشمولۂ مقدمۂ ملفوظات) یہ ہیں: ''بار دیگر بی صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبد اللہ بلخی مدظلّہ تجدید توبہ بظہور رسید (۱۲)''۔ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' کے مصنف نے انہیں ''سیّد'' اور خواجہ باقی باللہ نے ''امیر'' لکھا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دونوں مصنفین کا اشارہ ایک ہی شخص کی طرف ہے۔

سب سے زیادہ دل چسپ صورت حال اس نسبت طریقت میں ہے جو مصنف کو سلسلۂ قادریہ سے ہے۔ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' طبع ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب اور نسخۂ داودی میں یوں تو کئی معمولی اور جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں جو نقل در نقل عمل میں کوئی انہونی بات نہیں ہے، لیکن اس ضمن میں سلسلۂ قادریہ کے مشائخ کے اسماء میں جو اختلاف نسخ ہے اسے تصحیف کا شاخسانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ طبع غلام مصطفیٰ خان کی عبارت یہ ہے:

> ''اما انتساب این فقیر حقیر در طریقۂ قادریہ و چشتیہ بہ دو عزیز است۔ یکی بہ سید تاج الدین متنی و دیگر بہ سیّد عبداللہ مکّی و این دو عزیز را انتساب بہ شیخ علی منصر (معبر ؟)(۱۳) است و ایشان را بہ شیخ محمد سجاوی......(۱۴)''

نسخۂ داودی میں یہی بات ان الفاظ میں تحریر ہوئی ہے:

> ''اما انتساب این فقیر حقیر در طریقۂ قادریہ و چشتیہ بہ دو عزیز است۔ یکی بہ سیّد تاج الدین یقینی و دیگر بہ شیخ الوہاب مکّی واین عزیز را انتساب بہ شیخ علی متقی است وایشان را بہ شیخ محمد سخاوی است......(۱۵)''

طبع غلام مصطفیٰ خان کے سیّد عبداللہ مکّی اور ان کے شیخ طریقت شیخ علی منصر/معبر [کذا] کون ہیں؟ یہ ہنوز تحقیق طلب ہے، جب کہ نسخۂ داودی کے شیخ عبدالوہاب مکّی یقیناً وہی بزرگ ہیں جن کی خدمت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) مکّہ مکرمہ میں پہنچے تھے اور ان کا تذکرہ اپنی تصانیف زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین اور اخبار الاخیار فی سرّ الابرار میں کیا ہے۔ شیخ عبدالوہاب ۹۴۴ھ یا ۹۳۴ھ کے لگ بھگ مندو (ہندوستان) میں پیدا ہوئے تھے اور عنفوان شباب ہی میں مکّہ مکرمہ چلے گئے تھے اور مدۃالعمر وہیں رہے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ کو وفات پائی(۱۶)۔

خواجہ باقی باللہ کے سوانح نگاروں نے ان کا شیخ عبدالوہاب متقی سے فیضیاب ہونا کہیں نہیں لکھا اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ خواجہ باقی باللہ کے سوانح حیات میں ان کے سفرِ مکّہ کا ذکر نہیں ملتا جو شیخ عبدالوہاب متقی کا ۹۶۳ھ سے مابعد مستقل مسکن رہا ہے۔ اس دوران وہ صرف ایک بار ۹۷۶ھ میں

چند ماہ کے لیے ہندوستان آئے تھے لیکن موسم حج سے پہلے پہلے واپس مکّہ چلے گئے ۔ خواجہ باقی باللہ پہلی بار تقریباً ۹۹۴ھ میں وارد ہندوستان ہوئے، اس لیے یہاں بھی ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ظن نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ اس کے برعکس محمد الباقی بلخی کا سفرِ عربستان ان کے رسالۂ مصافحہ سے ثابت ہے اور یقیناً اسی سفر میں انہوں نے شیخ عبدالوہاب متقی سے اجازت پائی ہے۔

طبع غلام مصطفیٰ خان میں ''شیخ علی منصر، معمر'' شیخ علی متقی کی تصحیف معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ شیخ علی متقی ہی کے شیخ طریقت کا نام شیخ محمد سخاوی (طبع غلام مصطفیٰ خان میں سہواً: سجاوی) ہے اور علی منصر یا علی معمر نام کے کوئی بزرگ نہیں گذرے۔ اسماء کے اس اختلاف میں اب ''سیّد عبداللہ مکّی'' نام حل طلب ہے جس کی جگہ نسخۂ داودی میں ''عبدالوھاب مکّی'' آیا ہے۔ شیخ علی متقی (م ۹۷۵ھ) کے یارانِ خاص میں ایک نام شیخ عبداللہ سندھی مدنی کا ملتا ہے[۱۷]۔ قرین قیاس ہے کہ طبع غلام مصطفیٰ خان کا ''عبداللہ مکّی'' بھی عبدالوہاب مکّی کی تصحیف ہے۔

ہم اِس تمام بحث کو یوں سمیٹ سکتے ہیں کہ رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' کے مصنف محمد الباقی بلخی پلاس پوش ہیں اور محض نام میں مشابہت کی وجہ سے یہ رسالہ خواجہ باقی باللہ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ در حالی کہ اس رسالے کے مندرجات اور خواجہ باقی باللہ کے واقعاتِ زندگی میں کوئی مطابقت نہیں ہے اور نہ ہی خواجہ باقی باللہ کے متقدم سوانح نگاروں (خواجہ محمد ہاشم کشمی، محمد صدیق ہدایت کشمی، محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی صاحبِ کلمات الصادقین) نے رسالہ ''مشائخ طُرق اربعہ'' کو استعمال کیا ہے۔ خواجہ باقی باللہ کے معاصر سوانح نویس مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلّہ نے بھی ''باقیات باقی'' میں اس رسالے سے قطعاً کوئی استناد نہیں کیا ہے، خواہ وہ اِسے خواجہ باقی باللہ ہی کی تصنیف مانتے رہے ہیں۔

حواشی

۱۔ ''باقیاتِ باقی'' دو بار شائع ہوئی ہے۔ پہلی بار بخط مصنف عکس کی صورت میں اور دوسری بار کتابت ہو کر طبع ہوئی۔ میرے سامنے دوسرا ایڈیشن ہے۔ یہ ۱۹۸۸ء سے بعد کا ایڈیشن ہو سکتا ہے کیوں کہ اس میں کلمات الصادقین مرتّبہ ڈاکٹر محمد سلیم اختر، طبع لاہور، ۱۹۸۸ء کے جا بجا حوالے موجود ہیں، مثلاً صفحات ۲۰، ۲۵، ۲۶ وغیرہ۔ مقام اشاعت ندارد، لیکن یہ حیدر آباد یا کراچی ہو سکتا ہے جہاں سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی دیگر تصانیف شائع ہوئی ہیں۔

۲۔ باقیات باقی، ص ۱۲۰؛ تحقیق، شمارہ ۷، ص ۴۰۳؛ طبع کراچی ۱۹۶۹ء میں اِسے خواجہ باقی باللہ کی تصنیف اور حضرت مجدّد الف ثانی کی ترتیب قرار دیا ہے۔

۳۔ دیکھیے: باقیات باقی، حاشیہ ۲، ص ۲۱۔

۴۔ خدا داودی صاحب مرحوم کی مغفرت کرے۔ میں یہ بات ان کی غیبت کے طور پر نہیں بلکہ ان کی عادت کے طور پر بیان کر رہا ہوں۔ وہ بعض اوقات مجموعۂ رسائل خرید کر ہر رسالے کی الگ الگ جلد بنواتے اور آگے بیچتے۔ خود میرے پاس ان کے ایسے فروخت کردہ مخطوطات موجود ہیں۔ اس طرح کرنے سے شاید کچھ مادی منفعت تو ہو جاتی ہے لیکن مخطوطے کی علمی شیرازہ بندی منتشر ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مجموعے میں پانچ رسائل ہم قلم ہیں اور ترقیمہ صرف ایک رسالے کے آخر میں ہے تو آپ خط کی یکسانیت دیکھ کر قطعیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ باقی رسائل کا کاتب اور زمانۂ کتابت بھی وہی ہے۔ لیکن ان رسائل کو توڑ کر مختلف جلدوں میں بندھوانے سے عین ممکن ہے ایک نسخہ / رسالہ ایک کتب خانے میں چلا جائے اور دوسرا کہیں اَور۔ اس صورت میں صرف ترقیمے والے رسالے کا کاتب اور سنۂ کتابت معلوم ہو گا، اورباقی چار رسائل متفرق ہو جانے کی وجہ سے مجہول الکاتب رہیں گے۔

۵۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی اشاعتوں میں تراکیب کا معمولی اختلاف ہے، جیسے وہاں ''داعی کمینہ'' اور ''خانوادۂ عالیہ'' ہے، تاہم نام ''محمدالباقی'' ہی ہے۔ دیکھیے: باقیات باقی، ص ۱۲۰، تحقیق، شمارہ ۷، ص ۴۰۴۔

۶۔ خواجہ اسحاق دھبیدی اور مولانا لطف اللہ اور ان دونوں حضرات کے شیخ طریقت مولانا خواجگی احمد کاسانی (م ۹۴۹ھ) کے حالات کے لیے دیکھیے: خواجہ محمد ہاشم کشمی، نسمات القدس، اردو ترجمہ سیّد محبوب حسن واسطی، سیالکوٹ، ۱۴۱۰ھ، صفحات ۲۲۶، ۲۳۸، ۲۴۰۔

۷۔ حضرت قاسم شیخ میانکالی کرمینگی کے حالات کے لیے دیکھیے: نسمات القدس، صفحات ۲۰۸-۲۱۶۔

۸۔ باقیات باقی، ص ۱۲۶؛ تحقیق، شمارہ ۷، ص ۴۰۸۔

۹۔ باقیات باقی، ص ۲۱، حاشیہ ۲۔

۱۰۔ ملفوظات مشمولہ کلیات باقی باللہ مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی و برھان احمد فاروقی، لاہور، [۱۹۶۷ء]، ص ۲۰-۲۱۔

۱۱۔ باقیات باقی، ص ۱۴۔

۱۲۔ ملفوظات مشمولہ کلیات باقی باللہ، ص ۲۰۔

۱۳۔ ''منصر'' کو صاف لکھنا اور''معبر'' کو سوالیہ نشان کے ساتھ لکھنا دونوں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی قرائتیں ہیں۔

۱۴۔ باقیات باقی، ص ۱۲۵-۱۲۶، تحقیق، شمارہ ۷، ص ۴۰۷۔

۱۵۔ رسالہ ذکر مشایخ سلاسل و طُرق اربعہ، ورق ۱۸۹ الف۔

۱۶۔ شیخ عبدالوھاب متقی کا سالِ وفات نزھۃ الخواطر (ج ۵، ص ۲۶۷) میں بحوالہ اخبار الاخیار ۱۰۰۱ھ لکھا ہے۔ یہی

سال تذکرۂ علمائے ہند (رحمان علی)، ص ۱۳۹ میں بھی ہے۔ لیکن شیخ محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ وہ ابھی مکّہ میں زندہ تھے (طبع عکسی، گمبٹ، ص۲۷۰) اور زادالمتقین میں بھی وہیں عبارتیں دہرائی ہیں۔ ''سن شریف ایشان (شیخ عبدالوهاب) درسال تحریر این سطور کہ سنہ ثلث وا لف [۱۰۰۳ھ] است و اللہ اعلم شصت وشہ یا ہفتاد است'' (نسخۂ قومی عجائب گھر پاکستان، کراچی، نمبرN.M.1966-135، ورق ۱۴۱ب؛ نیز اردو ترجمہ: محمد عبدالحلیم چشتی، کراچی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۸۸ء، ص۱۲۱ جہاں ۱۰۰۳ھ میں شیخ کی عمر چھیاسٹھ سال لکھی ہے)۔ شیخ عبدالوهاب کی جو تاریخ وفات شیخ عبدالحق نے اپنی ایک بیاض فتوحات المکیہ و الفیوضات المدنیہ قلمی، بخط مصنف، مملوکہ پیر عبداللہ جان مجددی مدظلہ، مرشد آباد شریف، پشاور، ص۹۷ میں درج کی ہے ہم نے وہی اختیار کی ہے، شیخ محدث کی عبارت یہ ہے: ''وفات سیّد الشیخ عبدالوهاب المتقی ثانی عشر ربیع الاول سنہ الف و اثنی عشر''۔

۱۷۔ زادالمتقین، مخطوطۂ کراچی، ورق ۱۵۹ الف؛ اردو ترجمہ، ص۳۵۹۔